اسوۂ صحابیات رسول ﷺ

ہر دور کے لیے قابلِ تقلید

افشاں نوید

اسے بد قسمتی کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ اصحاب رسول ﷺ ہوں یا صحابیات رسول ﷺ ان سے ہمارا رشتہ عقیدت اور اکرام تک محدود ہوگیا ہے۔ہم میں سے کتنوں نے ان عظیم روشن زندگیوں کا مطالعہ اس لیے کیا ہوگا کہ ہم جان سکیں کہ اللہ کے نبیؐ سے محبت کی اصل بنیادیں کیا ہیں؟ راہ حق میں کون کون سی آزمائشیں پیش آتی ہیں اور اہل ایمان کیسے استقامت کا ثبوت پیش کرتے ہیں؟ ایمان کی گواہی کب معتبر ہوتی ہے اور اس کیلئے اخلاق وکردار کا کتنا اعلیٰ نمونہ پیش کرنا پڑتا ہے؟

اللہ کے نبی ﷺ آپ پر لاکھوں درود وسلام اور ہم جیسے ہزاروں بار آپ ﷺ پر قربان۔آپ کا اصل کارنامہ یہ تھا کہ آپ ﷺ خود تو صاحب خلقِ عظیم تھے ہی لیکن جو آپؐ سے قریب ہوا اس کی زندگی اخلاقی انقلاب سے دوچار ہوگئی۔آپ ﷺ نے دنیا کو عظیم انسان تیار کرکے دیے جنہوں نے تاریخ انسانی میں وہ عظیم انقلاب پیدا کیا جس کی مثال قیامت تک پیش نہیں کی جاسکتی۔

ان شخصیات کی قدر وقیمت کا اندازہ کرنے کیلئے ہمیں اُس سماج کالازمی تجزیہ کرنا ہوگا جہاں ان کی سیرت سازی کی گئی۔عرب کا وہ جہالت میں ڈوبا ہوا معاشرہ جہاں اخلاقی برائیاں اور بے حیائی اتنے عروج پر تھی جس کیلئے اتنی ہی مثالیں کافی ہیں کہ کعبۃ اللہ کا طواف برہنہ کیا جاتا، بچیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کردیا جاتا، بات بات پر تلواریں نیام سے باہر آجاتیں۔اس پراگندہ تہذیب وتمدن میں ایسی شخصیات جو ایمان لاتے ہی اس ماحول میں اپنی بلند کرداری کے باعث بالکل الگ پہچانی جائیں، یقیناً یہ تاریخ انسانی کا بہت بڑا معجزہ ہے۔

اصحاب رسول ﷺ، صحابیات رسول ﷺ، تابعین اور تبع تابعین تاریخ کی کتابوں میں اپنے روشن اسوے کے ساتھ آج بھی زندہ ہیں۔ اس گھٹن زدہ فضا میں آج بھی ان کی زندگیاں ہوا کا تازہ جھونکا ہیں۔لیکن شومئی قسمت کہ ہم نے تو یادِ رسول ﷺ کیلئے بھی استقبال رمضان، یوم الحج، عید کی طرح سال میں ایک ربیع الاول کا مہینہ مختص کررکھا ہے۔سالانہ بنیادوں پر سیرت کے جلسے، میلاد کی محفلیں، بڑے بڑے پروگرام کرکے ہم سمجھتے ہیں کہ ہم نے حبّ رسول ﷺ کے تقاضے پورے کردیے......!!

صحابہ کرام اور صحابیات کیلئے تو ہم نے ملکی سطح پر سال میں کوئی دن بھی نہیں مختص کیا حالانکہ دن منعقد کرکے بھی کب ان کا حق ادا کرسکتے ہیں؟ نہ یہ طریقہ ان عظیم ہستیوں کے شایانِ شان ہے۔یہ مطالعہ تو ہماری زندگی کا دائمی نصاب ہونا چاہیے۔ایک مستقل موضوع جس پر بار بار مختلف حوالوں سے بات کی جائے، ان کی سیرتوں کی روشنی میں اپنے سماج کا تجزیہ کیا جائے۔

آج چودہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی مسلمانوں کے ہر خاندان میں خدیجہ، فاطمہ، عائشہ، حفصہ، زینب، سمیہ وغیرہ جیسے نام کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ناموں کی یہ بازگشت بھی ہمیں مجبور نہیں کرتی کہ پلٹ کر دیکھیں تو سہی کہ ان کے کردار کی عظمت کس چیز میں پوشیدہ تھی؟ ہم اپنی اولادوں کو اسم بامسمّٰی بنانے کی کس درجہ میں کوشش کرتے ہیں؟ کیا محض نام رکھ لینے سے وہ صفات منعکس ہوسکتی ہیں جن صفات کی وجہ سے ان ناموں کی عظمت ہمارے دلوں میں پنہاں ہے۔

صحابیات رسول ﷺ کی زندگیوں کے اوراق پلٹیں تو حیرت ہوتی ہے کہ ایک طرف وہ عفت واخلاق کا بہترین نمونہ ہیں تو دوسری طرف

جرأت واستقامت کی لا زوال مثال ۔ایک طرف وہ بہترین خاتون خانہ ہیں جس نے صبر وشکر کی رداا وڑھی ہوئی ہے تو دوسری طرف میدان جہاد میں مردوں کے شانہ بشانہ حق جہاد ادا کررہی ہیں ۔ایک طرف خود دین کی خاطر ہجرت کی صعوبتیں برداشت کررہی ہیں تو دوسری طرف اپنے جگر گوشوں کو میدانِ جہاد کی طرف روانہ کر کے ان کی شہادت کی خبر پا کر سجدہ شکرادا کررہی ہیں ۔ایک طرف راتوں کو اٹھ اٹھ کر عبادت میں مصروف ہیں تو دوسری طرف سارا مال یتیموں اور بیواؤں پر خرچ کررہی ہیں اور ''ام المساکین'' کا لقب پا رہی ہیں ۔

آج اکیسویں صدی میں ہماری نسلیں ''رول ماڈل'' کی تلاش میں بھٹک رہی ہیں ۔ماہرین سماجیات ونفسیات بے بس ہیں کہ بڑھتے ہوئے اخلاقی انحطاط کو کیسے روکا جائے ،اس کے آگے بند باندھنے کی سب تدبیریں ناکام ہورہی ہیں ۔ایسے میں نجات کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ اپنی اصل بنیادوں کی طرف پلٹیں ۔اسلامی انقلاب جس نے سیاسی انقلاب کی راہ ہموار کی تھی اور ایک صدی سے بھی کم عرصے میں اسلام دنیا کی سپر پاور بن گیا تھا ۔وہ عظیم شخصیات جو اس انقلاب کی روح رواں تھیں آج بھی اجالوں کی پیامبر ہیں ۔ہمارے غم کے اندھیروں کا علاج اسی روشنی کی طرف رجوع میں مضمر ہے ۔

آیئے ازواج مطہرات کی صحبت اختیار کرتے ہیں ۔جس ہستی کی تعریف خود نبی پاک ﷺ فرمادیں اس کو پھر کس تعریف کی ضرورت باقی رہتی ہے ۔حضرت خدیجہؓ کے بارے میں آپ ﷺ فرماتے ہیں ''خدا کی قسم مجھے خدیجہ سے بہتر کوئی بیوی نہیں ملی ، وہ اس وقت ایمان لائیں جب ساری قوم کفر میں مبتلا تھی ، انھوں نے اس وقت میری تصدیق کی جب سب مجھے جھٹلا رہے تھے ۔انہوں نے اس وقت اپنا مال مجھ پر قربان کیا جب دوسروں نے مجھ سے ہاتھ کھینچ لیا اور اللہ نے ان سے مجھے اولاد عطا فرمائی ۔''

آپ ﷺ نے اپنی زندگی کے پچیس برس حضرت خدیجہؓ کے ساتھ گزرے ،ان کی موجودگی میں آپ نے دوسرا نکاح نہ کیا ۔وہ حضرت خدیجہؓ جن کی تجارت کی سرحدیں دوسرے ملکوں تک پھیلی ہوئی تھیں انہوں نے کون کون سے روح فرسا مصائب حق کی راہ میں برداشت نہیں کیے یہاں تک کہ آپ کی رفاقت اور جانثاری کا حق ادا کرتے ہوئے تین برس تک شعب ابی طالب کی سختیاں اور فاقے برداشت کیے ۔انہوں نے اپنی ساری دولت اسلام کیلئے وقف کردی ۔انتہائی صاحب ثروت خاندان سے تعلق رکھنے والی بی بی خدیجہؓ جو خود بھی قریش کی مالدار خاتون تھیں لیکن آپ کا ہر کام خادموں سے کرانے کے بجائے اپنے ہاتھ سے کرنا عبادت سمجھتیں ،امور خانہ داری کو انتہائی سلیقہ اور مہارت سے نبھاتی تھیں ۔

ایک طرف حضرت خدیجہؓ وفادار تھیں تو دوسری جانب آپ ﷺ بھی قدر شناس تھے ۔حضرت خدیجہؓ کی رحلت کے بعد بھی ان کی خوبیوں کا تذکرہ فرماتے ،ان کی سہیلیوں کا اکرام کرتے اور ان کے گھر تحائف بھیجتے ۔حضرت خدیجہؓ نے اپنی اولادوں کی ایسی تربیت کی کہ وہ امت کا سرمایہ قرار پائیں ۔آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کے بارے میں بہت کم روایات ہم تک پہنچتی ہیں اس لئے کہ صحابہ کرامؓ کی ساری توجہ کا مرکز آپ ﷺ کی ذات تھی ۔وہ اپنے مقام ومنصب کو پہچانتے تھے کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں ،اب قیامت تک آپ ﷺ ہی کی تعلیمات کو باقی رہنا ہے لہٰذا آپ کا کوئی قول ،فعل اور سنت امت سے مخفی نہ رہ جائے ۔اس لئے آپ ﷺ کی کہی ہوئی اور عمل کی ہوئی ہر ہر بات کو وہ انتہائی ذمہ داری سے دوسروں تک پہنچاتے اور اس کی حفاظت کا اہتمام کرتے ۔اس کے باوجود آپ ﷺ کی ازواج کی جو چند ایک روایت محفوظ رہ سکیں وہ ان کی پوری پاکیزہ زندگی کی غمازی کرتی ہیں مثلاً آپ کی دوسری زوجہ محترمہ حضرت سودہ بنت زمعہؓ جن کو ہجرت مدینہ کا شرف حاصل ہوا ان کے بارے میں روایات ہیں کہ قیام للیل میں آپ ﷺ کے ساتھ گھنٹوں کھڑی رہتیں ۔ایک مرتبہ ایسے ہی طویل قیام کے بعد از راہ تفنن فرمایا :''مجھے تو رکوع میں محسوس ہوا کہ میری نکسیر ہی پھوٹ جائیگی تو میں نے ناپ پر اپنا ہاتھ رکھ لیا ۔'' آپ ﷺ ان کی اس بات سے خوب محظوظ ہوئے ۔حضرت عائشہؓ حضرت سودہؓ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ ''عورتوں میں سوکن ہونے کی وجہ سے جو جذبہ رقابت ہوتا ہے اس سے ایک ہی عورت میں نے خالی دیکھی تھی اور وہ حضرت سودہؓ تھیں ۔''

ان کی فیاضی کا یہ عالم تھا کہ جب خلافت راشدہ کے دور میں انہیں بھی دوسرے مسلمانوں کے ساتھ وظائف ملنے لگے تو اس میں سے بیشتر رقم

حاجت مندوں میں بانٹ دیتی تھیں۔خود دستکاری کرتی تھیں اور اس سے جو آمدنی ہوتی اس کو راہِ خدا میں خرچ کردیتیں۔ان کی زندگی تسلیم و رضا کا مظہر تھی۔

محمد ﷺ کو جس معاشرے میں مبعوث فرمایا وہ امیّین (ناخواندہ) لوگوں کا معاشرہ تھا۔لیکن وہاں علم وعرفان کا سورج طلوع ہوا تو مرد تو مرد عورتیں بھی زیورِ تعلیم سے ایسے آراستہ ہوئیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا علمی مقام اسلامی تاریخ کا درخشاں باب ہے۔تفسیر،حدیث،فقہ میں بڑے بڑے عالم ان کے سامنے زانوئے تلمذ بچھائے نظر آتے ہیں۔

ان کی اعلیٰ ظرفی دیکھئے کہ انہوں نے واقعہ افک کے سلسلے میں اپنے اوپر الزام لگانے والوں کو معاف کردیا۔یہ آپ کے کردار کی عظمت کی گواہی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے آپ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:"عائشہ کو خواتین پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسے کھانوں پر ثرید کو۔"صرف واقعہ افک کو ہی لے لیں ایک عورت کیلئے اس سے بڑی آزمائش نہیں ہوسکتی کہ اس کے کردار پر انگلی اٹھائی جائے۔جب حضرت عائشہؓ کو علم ہوتا ہے کہ ان کے اوپر یہ گھٹیا الزام گردش میں ہے تو وہ اعلیٰ درجے کے صبر و برداشت کا مظاہرہ کرتی ہیں۔حالانکہ اس کم سنی میں آکر ان پر جذبات غالب آجاتے تب بھی فطری ردِ عمل ہوتا لیکن وہ انتہائی ضبط کا مظاہرہ کرتی ہیں۔شوہر کو مجبور کرتی نہ والدین کو کہ ان کے کردار کی گواہی دیں بلکہ منتظر رہتی ہیں کہ اللہ خود اپنے نبی ﷺ پر سچ اور جھوٹ کا فرق ظاہر کردے گا۔اور جب الزام سے ان کی برأت کی آیات نازل ہوتی ہیں تو ان کے والدین کہتے ہیں کہ اٹھو اور رسول پاک ﷺ کا شکریہ ادا کرو۔وہ برملا کہتی ہیں کہ آپ سب میں سے تو کسی نے میرے کردار کی گواہی نہ دی تو میں اس خدا کا شکر ادا کروں گی جس نے میری پاکیزگی کی گواہی دی۔

مسلمان عورتوں کیلئے سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے اسوے میں بہت سے سبق پوشیدہ ہیں۔آپ انتہائی عبادت گزار تھیں۔سیکھنے،جاننے اور جستجو کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔مختلف مواقع پر آپ سوال کرتی تھیں،دلیل مانگتی تھیں مختلف احکام کے سلسلے میں،جس سے امت مسلمہ کیلئے بہت سے مسائل کی گتھی سلجھی۔یہ امت قیامت تک سیدہؓ کے احسانات کی شکرگزار رہے گی۔

سوکنوں کے ساتھ سلوک بھی آپ کے کردار کا انتہائی روشن پہلو ہے۔آپ اپنی سوکنوں میں سب سے کم عمر تھیں۔انتہائی خوش شکل اور ذہین وفطین تھیں اس بناء پر اگر کبھی آپ کے دل میں اپنی کسی سوکن کی طرف سے کوئی برا خیال چھو کر گزرا آپ نے بیان فرمایا اور اللہ کے نبی ﷺ نے اس پر سرزنش کی تو سیدہ نے اس کو بھی بیان کردیا کہ امت کی نظر سے آپ ﷺ کی تعلیمات کا کوئی پہلو اوجھل نہ رہ جائے۔

آپ ﷺ کی وفات کے بعد نصف صدی تک سیدہ عائشہؓ نے جس طرح دین کا علم امت کو پہنچایا وہ اسلامی تاریخ کا روشن باب ہے اور رہتی دنیا تک مسلم عورت سے تقاضہ کرتا رہے گا کہ علم دین حاصل کریں اور اس کو پھیلائیں کہ یہ ایک مسلمان عورت کے فرائض میں شامل ہے۔آپ علم وعرفان کا سورج اور علم کا سمندر تھیں۔مسلمان عورتوں کیلئے اس سے بہتر رول ماڈل اور کہاں تلاش کیا جاسکتا ہے؟؟

آپ ﷺ کی ازواج مطہرات میں ایک طرف حضرت زینب بنتِ خزیمہؓ ہیں جو"ام المساکین" کے لقب سے جانی جاتی ہیں۔کیوں کہ وہ روز وشب ناداروں اور مسکینوں کے غم بانٹنے میں مصروف رہتی تھیں۔یہ ان کی شخصیت کا ایسا امتیازی وصف تھا کہ ان کا لقب اور شناخت بن گیا۔وہ قریش کے معزز گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔ان کو جب جنگ احد کے موقع پر ان کے محبوب خاوند کی شہادت کی اطلاع ملی تو ان کی حالت غیر ہوگئی۔عدت گزرنے کے بعد اللہ نے ان کے نصیب میں حرم نبوی ﷺ میں داخل ہونا لکھ دیا تھا سو انہیں"امت کی ماں"ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔

چند روایات سے بھی ان کے کردار کی پوری عکاسی ہوتی ہے کہ وہ اپنے معاشرے کیلئے کس طرح نمونہ عمل ہوں گی۔ان کی ذات سے جس سچائی اور خیر کو فروغ ہوا ہوگا اس نے نبوت کے فرائض کی ادائیگی میں کتنا احسن کردار ادا کیا ہوگا۔

ایک طرف ام المساکین زینب بنت خزیمہ کا روشن کردار ہے تو دوسری طرف ام سلمہؓ کی بہادری اور جانثاری میں ایک سبق پنہاں ہے ہمارے لئے۔آپ کے سلسلے میں جو روایات ہیں ان میں ایک ٹیلے کا ذکر ملتا ہے کہ مکہ کے لوگ دیکھا کرتے تھے کہ ایک نوجوان خاتون اس ٹیلے کے پاس بیٹھی پہروں روتی رہتی ہے۔وہ جن کی آہیں عرش کو ہلا دیتی تھیں قریشی نسب امیہ بن مغیرہ مخزومی کی بیٹی ہند تھیں۔اسلامی تاریخ ان کو"ام سلمیٰ" کے نام سے

یاد کرتی ہے ۔قبول اسلام کے سلسلے میں ان کی استقامت اور عظمت کی داستان کو جس طرح اسکولوں کے نصاب کا حصہ ہونا چاہیے تھا، اس پر مقالے لکھے جانا چاہیے تھے، اسلامی دنیا میں ان کے نام کی یونیورسٹیاں ہونا چاہیے تھیں، عورتوں کی دلیری اور شجاعت پر ام سلمٰی پرائڈ آف پرفارمنس جاری ہونا چاہیے تھے، وہ سب ہم نہ کر سکے اس کا نتیجہ ہے کہ ہماری نسلیں ان کرداروں کی تابناکیوں کے باوجود اندھیروں سے لڑ رہی ہیں ۔

کتنا غیر معمولی ہے ایک عورت کا یہ کردار کہ اپنے شوہر کے ساتھ حلقہ بگوش اسلام ہوتی ہے ۔خاندان کے انتہائی مظالم برداشت کرتا ہے یہ پاکیزہ جوڑا۔ جب ہجرت کا حکم آجاتا ہے تو اپنے بیٹے کے ساتھ یہ میاں بیوی بھی رخت سفر باندھتے ہیں ۔ابھی مکے سے باہر نکلے ہی ہیں کہ قبیلہ میں خبر پہنچ جاتی ہے ۔باپ دوڑ کر پہنچ جاتے ہیں داماد سے اونٹ کی نکیل چھین کر کہتے ہیں تم جہاں چاہو جاؤ مگر میری بیٹی کو در بدر کی ٹھوکریں کھانے کیلئے نہیں لے جاسکتے ۔ ام سلمٰیؓ منت سماجت کرتی ہیں کہ انکو شوہر کے ساتھ جانے دیا جائے کہ اتنے میں ایک اور افتاد آن پڑتی ہے قبیلہ بنو عبدالاسد کے لوگ بھی پہنچ جاتے ہیں ان سے بچے کو چھین لیتے ہیں کہ ہم اس بچے کو نہیں جانے دیں گے یہ ہمارے خاندان کی ملکیت ہے ۔ یہ آہ و بکا ہے اور فیصلہ ابو سلمہؓ کے ہاتھ میں ہے ۔تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے ۔ایک طرف حضرت ہاجرہؑ اور نومولود ہیں اور دوسری طرف آزمائشِ ابراہیم ؑ ۔اگر لمحے غلطی کر دیتے تو سزا صدیوں کو بھگتنا پڑتی ۔آتشِ ایمان تو ایک ہی جیسی تپش رکھتی ہے سو حضرت ابو سلمٰیؓ نے فیصلۂ ابراہیم ؑ دھرایا اور جذبات پر حق کی فتح غالب رکھی کہ تمہارا قبیلہ تمہیں اور بچے کو روک رہا ہے میرا تو راستہ کھلا ہے جس خدا نے ایمان کی روشنی سے منور کیا ہے وہ تمہاری اور بچے کی حفاظت ضرور کرے گا ۔اس ایقان کے ساتھ اونٹنی کی نکیل تھامی مدینے کا رخ کیا اور پلٹ کر نہ دیکھا۔شوہر تو چھوٹا ہی تھا کہ بیٹا بھی جدا کر دیا گیا ۔اب اگر ام سلمٰیؓ غم کا پہاڑ سینے پر لیے ٹیلے کے پاس بیٹھ کر روتی تھیں تو ٹھیک ہی کرتی تھیں کہ جب سماج پتھر دل اور ''صمم بکم عمی'' ہو جائے تو ٹیلوں کو پسینے آہی جاتے ہیں غیرت سے ،مٹی کے ٹیلوں کو سماعتیں مل جاتی ہیں انسانوں کے نوحے سننے کیلئے ۔

یہ آزمائش کی گھڑیاں یوں تمام ہوئیں کہ خاندان کے بزرگوں کو ان کی آہ و زاری دیکھ کر رحم آہی گیا ۔ان کو مدینے جانے کی نہ صرف اجازت دے دی بلکہ ان کا بیٹا معصوم سلمٰی بھی ان کو واپس مل گیا ۔اور حکم دیا گیا کہ یہ لو (نحیف و نزار) اونٹنی اور خود جا کر تلاش کرلو اس شوہر کو جس کی خاطر روز و شب گریہ کرتی ہو ۔ان پتھر دلوں سے یہ ''حسن سلوک'' بھی کب متوقع تھا ۔ایک کمزور اونٹ اور تنہائی کا لمبا سفر ۔پھر راستہ میں وہی ٹیلہ پڑا جس کے قریب سے ابو سلمہؓ کے ساتھ گزر رہی تھیں تو قبیلہ نے گھیر کر شوہر اور بچے کو جدا کر دیا تھا ۔

آج لمحہ بھر کو پھر وہاں ٹھہریں تو اسی ٹیلے نے ان کی استقامت کو یقیناً خراج تحسین پیش کیا ہوگا ۔وہ آنسو حلق میں دھکیلتے ہوئے ننھے سلمٰی کو سنبھالے دوسرے ہاتھ سے اونٹ کی نکیل تھامے تنہا عازم سفر تھیں ابو سلمٰی سے ملاقات کی آس لیے ۔خدا کی قدرت جوش میں آئی خانہ کعبہ کا کلید بردار عثمان بن طلحہ (جس کو اللہ نے فتح مکہ کے وقت ایمان کی دولت سے سرفراز فرمایا) جو آپ کو تنہا ننھے بچے کے ساتھ دیکھتا ہے تو آپ کو مدد کی پیشکش کر کے اونٹ کی نکیل تھام لیتا ہے ۔ام سلمٰیؓ اس کی شرافت اور پاک طینتی کی گواہی دیتی تھیں ۔طویل سفر اختتام پذیر ہوا تو اس مہربان سردار نے اونٹ کی نکیل ان کے حوالے کر دی کہ اس سے آگے میں نہیں جاسکتا آگے ہمارے دشمنوں (مسلمانوں) کی آبادیاں ہیں ۔آپؓ فرط مسرت سے مدینہ میں داخل ہوئیں ۔یوں ابو سلمٰی ؓ سے ملاقات ہوگئی ۔

ام سلمٰی اور ابو سلمٰی اسلامی تاریخ کا مثالی جوڑا ہیں ۔

ابو سلمٰیؓ نے بدر و احد کے معرکوں میں داد شجاعت دی ۔غزوہ احد میں جو زخم لگے وہ بالآخر شہادت کا باعث بنے ۔ام سلمٰیؓ غم سے نڈھال تھیں لیکن دعا وہی پڑھی جو ابو سلمٰیؓ سکھا کر گئے تھے اور انہوں نے نبی پاک ﷺ سے سیکھی تھی : ''اے اللہ مجھے مصیبت سے نجات عطا فرما اور میرا جو نقصان ہوا ہے اس کے بہترین نعم البدل سے مجھے نواز دے ۔'' دعا مانگتے ہوئے خیال آیا ابو سلمٰیؓ سے بہتر بھی کوئی ہوسکتا ہے میرے لیے ۔اور اللہ نے واقعی عظیم نعم البدل نبی پاک ﷺ کی صورت میں عطا فرمایا ۔یقیناً آپ کا حرم نبوی ﷺ میں داخل ہونا آپ کی اولوالعزمی ، اسلام کیلئے گرانقدر قربانیوں اور بصیرت کی بنا پر

تھا۔آپ امت کا بڑا اثاثہ ثابت ہوئی کیوں کہ آپ ایک صاحب الرائے اور اعلیٰ درجے کا دینی فہم رکھنے والی ہستی تھیں۔

سب امہات المومنین روشن چراغ ہیں۔حضرت عائشہؓ کے بعد آپ ﷺ کی ازواج میں حضرت حفصہؓ بنت عمر فاروقؓ نمایاں مقام رکھتی ہیں۔حضرت حفصہؓ کو ہجرت مدینہ کا شرف بھی حاصل ہوا۔حضرت حفصہؓ کے خاوند احد کے زخموں کے بعد جانبر نہ ہو سکے یوں 25 برس کی عمر میں وہ بیوہ ہو گئیں۔حضرت عمر فاروقؓ ان کے عقد ثانی کیلئے فکرمند تھے انہوں نے حضرت ابوبکرؓ،حضرت عثمانؓ کو پیغام بھیجے لیکن حضرت حفصہؓ کے نصیب میں ام المومنین بننے کا شرف لکھا جا چکا تھا سو وہ آنحضور ﷺ کے عقد میں آ گئیں۔

روایات میں حضرت جبرئیلؑ اور آپ ﷺ کے درمیان ایک مکالمے کا ذکر ہے جس میں سیدہ حفصہؓ کے بارے میں انہوں نے کہا ہے کہ ''اے اللہ کے رسول! یہ خوش بخت خاتون جنت میں بھی آپ کی زوجہ ہیں۔''حضرت حفصہ کا علمی مرتبہ بہت بلند ہے۔قرآن سے آپ کو خاص شغف تھا اور آپ ﷺ سے آیات کی تفسیر معلوم کیا کرتیں۔آپ ﷺ کی کوششوں سے انہوں نے لکھنے میں بھی مہارت حاصل کر لی تھی۔ان سے کئی احادیث بھی روایت ہیں۔

سیدہ حفصہؓ بہت فراخ دل اور فیاض تھیں۔آپ ﷺ جب کبھی کسی ضرورت مند کے لیے مدد کی اپیل کرتے حضرت حفصہؓ دل کھول کر مدد کرتیں۔وفات سے قبل اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو وصیت کی کہ ان کی تمام جائیداد حاجت مندوں کیلئے وقف کر دی جائے۔

خلفائے راشدین میں سے دو خلفاء حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروقؓ کی بیٹیاں آپ ﷺ کے عقد میں آئیں جب کہ دو خلفاء حضرت عثمان و حضرت علیؓ کو آپ ﷺ نے اپنی بیٹیاں دیں۔ان خواتین کے کردار کی ضوفشانی بتاتی ہے کہ ان کی کتنی اعلیٰ درجے کی تربیت ہوئی تھی خواہ تربیت کا ادارہ بیت نبی ﷺ ہو یا خلفائے راشدین کے گھرانے۔اس دور میں لڑکیوں کی تربیت پر خصوصی توجہ دی جاتی تھی اور نسوانی تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے تمام جہتوں سے ان کی شخصیت سازی کر کے ان کو ایک عظیم مشن کیلئے تیار کیا جاتا تھا اسی بنا پر انہوں نے اپنی نسلوں کی تربیت بھی اعلیٰ خطوط پر کی اور سماجی بہبود کیلئے بھی اپنا فعال کردار ادا کیا۔

حضرت ام حبیبہؓ قریش کے معزز گھرانے کے سردار ابوسفیان کی بیٹی تھیں۔ان کے شوہر عبیداللہ نے ایسا کیا جو کسی نے نہ کیا تھا کہ اسلام چھوڑ کر عیسائیت اختیار کر لی۔مکہ میں انہوں نے قبول اسلام کے بعد سختیاں برداشت کیں لیکن حبشہ کی ہجرت انہیں راس نہ آئی اور وہاں وہ نور ایمان سے محروم ہو گئے اس وقت حبیبہ ان کی گود میں تھی۔آنحضور ﷺ اس واقعہ سے بہت غمگین رہتے تھے کیوں کہ ان کے شوہر عبیداللہ بن جحش آپ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ان کی عدت کے بعد آپ ﷺ نے نجاشی کے ذریعے ام حبیبہؓ کو نکاح کا پیغام بھیجا۔روایات میں ہے کہ پیغام لے جانے والی لونڈی کو سیدہ ام حبیبہؓ نے سونے اور چاندی کے زیورات تحفتاً عطا کیے۔

ابوسفیان نے فتح مکہ تک اسلام دشمنی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا لیکن سیدہ ام حبیبہ والد کی روش سے بے نیاز سختی سے اپنے ایمانی تقاضوں پر عمل پیرا رہیں۔روایت ہے کہ فتح مکہ سے قبل ایک بار ابوسفیان ان سے ملنے آئے تو ام المومنین نے اپنا بستر ہٹا دیا۔جس پر باپ بیٹی پر برہم ہوا۔حضرت ام حبیبہؓ نہ رئیس مکہ سے مرعوب ہوئیں نہ باپ کا رشتہ هیبت طاری کر سکا۔بولیں ''میں یہ بات کیسے پسند کر سکتی ہوں کہ اللہ کے نبی کے پاک بستر پر کوئی مشرک بیٹھے۔''فتح مکہ کے بعد ابوسفیان کو اللہ نے ایمان کی دولت سے سرفراز فرمایا۔اس کے بعد وہ اپنے والد سے بہت عزت و محبت سے پیش آتیں اور ان کا بہت احترام کرتیں۔

روایات میں ہے کہ سیدہ ام حبیبہؓ کو عبادات سے خصوصی شغف تھا اور کثرت سے نوافل کا اہتمام کرتیں۔انہوں نے اپنی وفات سے قبل سیدہ عائشہ صدیقہؓ کو بلایا اور ان سے معافی طلب کی کہ اگر سوکن کے رشتہ میں کبھی ان کی طرف سے دل آزاری ہوئی ہو تو وہ دل صاف کر لیں جس پر حضرت عائشہؓ نے ان کے لئے دعائیہ کلمات ادا فرمائے۔

صحابیات رسول کی زندگیوں میں ایک سبق بڑا واضح ہے کہ وہ دنیا کی حقیقت کو سمجھنے اور آخرت کی تیاری میں ہمہ تن مصروف رہنے والی ہستیاں تھیں۔انہیں عرفانِ ذات نصیب ہوا تھا۔دین کیلئے انہوں نے سب کچھ تج دیا تھا۔دنیاوی خوش حالی اور راحت کی زندگی کس کو بری لگتی ہے لیکن وہ اپنے مقام ومرتبہ سے آشنا تھیں اور دنیا کو انہوں نے اپنی زندگی میں وہی مقام دیا جس کی وہ حقدار ہے اور آخرت کی کھیتی کو اسی طرح سینچا جیسا اس کا حق ہے۔رب کی رضا اول وآخران کا مقصود زندگی قرار پائی۔

آپ ﷺ کی ایک اور زوجہ محترمہ زینب بنت حجش ہیں جن کا نکاح آپ ﷺ کے ساتھ آسمان پر ہوگیا تھا۔سورۂ احزاب کی آیت نمبر 37 اس نکاح کے آسمان پر ہونے کی دلیل ہے۔یہ آپ کی پھوپھی زاد ہونے کا شرف بھی رکھتی تھیں۔چونکہ عالی نسبت قریشی تھیں لہٰذا آپ ﷺ کے منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارث (جن پر بہر حال غلامی کا داغ تھا) سے ان کی ازدواجی زندگی خوشگوار نہ تھی۔انہوں نے اس رشتہ کو دل سے قبول نہ کیا جس پر حضرت زیدؓ نے انہیں طلاق دے دی۔چونکہ عرب کے جاہلانہ سماج میں منہ بولے بیٹے کی بیوہ نکاح کیلئے حرام سمجھی جاتی تھی۔اللہ کو یہ خودساختہ جاہلانہ طور طریقے بھی اسلامی معاشرے سے ہمیشہ کیلئے ختم کرنا تھے۔حضور ﷺ کو امت کو پورا پیغام پہنچانے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی چونکہ آپ کے بعد قیامت تک کوئی دوسرا نبی نہیں آنا تھا لہٰذا حضرت زینبؓ سے نکاح کے بعد یہ جاہلانہ رسم ہمیشہ کیلئے ختم ہوگئی۔

دوسرا سبق اس واقعہ میں یہ ہے کہ جولوگ عورت کے اسلام میں حقوق پر انگلی اٹھاتے ہیں وہ دیکھ لیں کہ اسلام نے عورت کو کتنے وسیع حقوق عطا کیے ہیں کہ حضرت زینبؓ کو کسی نے مجبور نہیں کیا اس رشتہ کو نبھانے کیلئے حالانکہ آپ ﷺ نے سمجھانے کی کوشش کی لیکن ان کو اطمینان قلب نہ تھا اس لئے یہ رشتہ ختم ہوا۔اس پر بھی سماج میں انہیں شرمندہ نہ کیا گیا نہ ان کے رتبے میں کوئی کمی آئی بلکہ ان کو ام المومنین کا عظیم مقام ومرتبہ ملا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ پر جب واقعہ افک کے ذریعے تہمت لگائی گئی اور آنحضور ﷺ نے ان کے کردار کی گواہی حضرت زینبؓ سے طلب کی تو سوکن کا رشتہ ہونے کے باوجود انہوں نے حضرت عائشہؓ کے پاکیزہ کردار کی گواہی دی جب کہ حضرت زینبؓ کی بہن حضرت حمنہ تہمت لگانے والوں میں شامل ہوگئی تھیں لیکن سیدہ زینب نے اس کی پروانہ کی اور سچ پر قائم رہیں۔

روایات میں ہے کہ حضرت زینبؓ اپنی دریا دلی اور سخاوت کی وجہ سے امہات المومنین میں نمایاں مقام رکھتی تھیں۔ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری رحلت کے بعد مجھ سے سب سے پہلے وہ آکر ملے گی جس کا ہاتھ سب سے لمبا ہے۔ازواج مطہرات یہ سن کر اپنے ہاتھ ایک دوسرے سے ناپنے لگیں کیوں کہ وہ سب اس پہل کی مشتاق تھیں۔جب 20 ہجری میں حضرت زینب کی رحلت ہوئی تو امہات المومنین سمجھ گئیں کہ لمبے ہاتھ سے آپ ﷺ کی مراد سخاوت وفیاضی تھی۔حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ان کی وفات پر فرمایا: ''وہ بے مثل خاتون تھیں،ان کے اٹھ جانے سے یتیموں اور بیواؤں کے ہاں صف ماتم بچھ گئی۔''سوکن کا رشتہ ہونے کے باوجود اتنا عظیم الشان خراج تحسین پیش کرنا خود حضرت عائشہ صدیقہؓ کے بھی کردار کی عظمت کا ثبوت ہے۔

تمام ازواج مطہرات خلق خدا کیلئے کس قدر رحم کا جذبہ رکھتی تھیں اور دکھی انسانیت کیلئے دامے، درمے، سخنے ہر دم مصروف عمل رہتی تھیں۔اس کی شہادت ہے کہ حضرت زینبؓ کے جنازے پر ایک خلقت اُمڈ آئی۔

حضرت جویریہؓ بنت حارث کو امہات المومنین میں شامل ہونے کا شرف نصیب ہوا۔غزوہ بنو المصطلق کے موقع پر جنگی قیدی بن کر آئیں۔جب مالِ غنیمت اور لونڈیاں تقسیم ہوئیں تو وہ مشہور صحابی حضرت ثابت بن قیسؓ کے حصے میں آئیں۔جویریہؓ نے حضرت ثابتؓ سے درخواست کی کہ وہ قیمت لے کر انہیں آزاد کر لیں جس کو انہوں نے منظور کر لیا کیوں معزز سردار کی بیٹی کیلئے غلامی کا تصور ہی جان لیوا تھا۔ان کے پاس حضرت ثابت کو آزادی کی قیمت کے بدلے میں دینے کو کچھ نہ تھا وہ اللہ کے نبی ﷺ کے پاس سوالی بن کر گئیں۔آپ قبیلہ بنو المصطلق میں دعوت اسلام کی راہ ہموار کرنا چاہتے تھے۔آپ ﷺ نے مکاتبت کی رقم ادا کرنے کے ساتھ ان کو نکاح کی پیشکش کی۔حضرت جویریہؓ کیلئے اس سے بڑی سعادت کیا ہوسکتی تھی۔حجرۂ اطہر

میں ان کے داخل ہوتے ہی تمام انصار و مہاجرین نے رضامندی سے اعلان کر دیا کہ اب آپ ﷺ کے سسرالی رشتہ داروں کو کیسے قید میں رکھا جاسکتا ہے چنانچہ اس نکاح کی برکت سے قبیلہ کے تمام قیدیوں کو رہائی نصیب ہوگئی۔اس کے بعد قبیلہ بنی المصطلق میں تیزی سے اسلام کی روشنی پھیلی۔

روایات میں ان کی عبادت گزار کا ذکر ملتا ہے۔وہ نفلی نمازوں اور روزوں کا کثرت سے اہتمام کرتیں۔انہوں نے 50 ہجری میں وفات پائی لیکن آپ ﷺ کی محبت میں انہوں نے تمام زندگی مدینہ میں ہی گزار دی اور مدینۃ النبی ﷺ کو چھوڑنا گوارا نہ کیا۔جنت البقیع ان کا ابدی ٹھکانہ قرار پایا۔

حضرت صفیہ بنت حیی یہود کے اعلیٰ نسب خاندان میں پیدا ہوئیں۔وہیں تعلیم و تربیت پائی اور اسلام دشمنی انہیں ورثے میں ملی لیکن کاتب تقدیر نے ان کی قسمت میں ایک عظیم سعادت لکھ دی تھی۔غزوۂ خیبر کے موقع پر جب لشکر اسلام کو فتح نصیب ہوئی اور مال غنیمت اور جنگی قیدی ہاتھ آئے تو حضرت صفیہؓ صحابیٔ رسول وحیہ کلبیؓ کے حصے میں آگئیں۔چونکہ وہ ایک سردار کی بیٹی تھیں اس لیے صحابہ کرام نے آپ ﷺ کو مشورہ دیا کہ ان کو کسی کی کنیز نہ بننے دیا جائے بلکہ آپ ﷺ انہیں حرم نبوی ﷺ میں شامل فرمالیں۔حضرت صفیہؓ نے اسلام قبول کرلیا اور ام المومنین ہونے کے عظیم مرتبہ پر فائز ہوگئیں۔یہ اعلیٰ نسب اور شریف النفس خاتون بہت پہلے اسلام سے متاثر ہوگئی تھیں جب انہوں نے اپنے خاندان کی اسلام دشمنی دیکھی تھی کہ وہ اسلام کو حق بھی سمجھتے تھے اور اس کی مخالفت پر بھی کمر بستہ رہتے تھے۔

حضرت صفیہؓ کا اخلاص تھا کہ اللہ نے ان کے سینے کو دولت ایمان سے روشن فرمایا۔انہوں نے اپنے قول و عمل سے ام المومنین ہونے کے عظیم رتبے کا حق ادا کیا۔چونکہ وہ اپنے خاندان اور قبیلہ سے کٹ گئی تھیں اس لئے آپ ﷺ ان کا بہت خیال رکھا کرتے تھے۔

آپ ﷺ نے احرام کی حالت میں جن خاتون سے نکاح فرمایا وہ خوش قسمت زوجہ مطہرہ حضرت میمونہؓ بنت حارث تھیں۔یہ حضرت عباس بن عبدالمطلب کی زوجہ ام فضل کی بہن تھیں۔عبداللہ بن عباسؓ (ان کے بھانجے) ان کے بیوہ ہونے کے بعد ان کے عقد ثانی کیلئے فکر رہتے تھے۔انہوں نے ان کی خوبیاں آپ ﷺ کے سامنے بیان کیں کہ آپ ﷺ انہیں اپنے نکاح میں لے لیں۔آپ ﷺ نے اپنے چچا کی بات کو رد نہ کیا اور 500 درہم حق مہر کے عوض سیدہ میمونہؓ سے نکاح کرلیا۔

حضرت میمونہؓ بہت اعلیٰ صفات کی مالک تھیں۔سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے ان کے کردار کی گواہی ان الفاظ میں دی "ہمارے درمیان میمونہ سب سے زیادہ خشیت الٰہی سے مالا مال اور صلہ رحمی کو ملحوظ رکھنے والی تھیں۔"

ان کے بارے میں روایت سے پتہ چلتا ہے کہ اسلامی حمیت کے ساتھ ساتھ ان کو علم و حکمت کا خزانہ بھی عطا ہوا تھا۔

آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کی خوبصورت اور پاکیزہ زندگیوں کی روشن مثالیں مختلف روایات کے ذریعے ہم تک پہنچیں۔آپ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات اور بیٹیوں کی جو تربیت کی اس کی بنیاد یہ تھی کہ آپ ﷺ نے جو کہا پہلے خود عمل کر کے دکھایا۔آپ ﷺ کی عملی تربیت کا جوہر تھا کہ آپ ﷺ کے گھرانے کی خواتین ہر آزمائش میں پوری اتریں۔وہ دنیا کی مثالی خواتین ہیں۔انہوں نے اپنی زندگی کے ہر موڑ پر اور آزمائش میں پورا اتر کر اپنے ایمان کا ثبوت پیش کیا۔

اب ہم کچھ ذکر مبارک آپ ﷺ کی بیٹیوں کا کر کے اپنے عمل کیلئے کچھ موتی چنتے ہیں۔

یہ آپ کی بڑی بیٹی حضرت زینب ہیں جو اگرچہ نوجوانی میں وفات پا گئی تھیں لیکن اس کم عمری میں بھی آپ نے دین کی خاطر قربانی دے کر وہ عظیم الشان مثال پیش کی کہ اللہ کے نبی ﷺ نے اس کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا: "زینب میری سب سے اچھی بیٹی تھی، اس نے میری محبت کی وجہ سے بہت اذیتیں برداشت کیں۔" غیر مسلم شوہر یا بیوی میں سے کوئی ایک کلمہ پڑھ لے اور دوسرا مسلمان نہ ہو تو شریعت کی رو سے ان میں علیحدگی ہو جاتی ہے۔حضرت زینبؓ کا اپنے شوہر ابو العاص کے ساتھ والہانہ محبت کا رشتہ تھا۔وہ کردار کے حوالے سے بھی بہت بلند تھے لیکن ان کو کلمہ کی توفیق غزوۂ بدر کے بعد نصیب ہوئی۔حضرت زینبؓ کے ساتھ انہوں نے ہمیشہ محبت اور اکرام کا تعلق رکھا، اسی وجہ سے نبی پاک ﷺ بھی آپ کی عزت کرتے۔ابو العاصؓ دو

مرتبہ مدینہ میں قیدی بن کر آئے ایک غزوۂ بدر کے موقع پر دوسرے جب آپ تجارتی قافلہ کے ساتھ شام سے مال تجارت فروخت کر کے واپس آرہے تھے۔مسلمانوں کے حسن سلوک سے متاثر ہوکر آپ نے اسلام قبول کرلیا۔

حضرت زینبؓ اتنی شوہر پرست تھیں کہ غزوۂ بدر کے موقع پر جب ان کے شوہر جنگی قیدی بنے تو انہوں نے ان کی رہائی کیلئے فدیہ کے طور پر اپنا ہار بھیجا۔وہ ہار انہیں ان کی والدہ حضرت خدیجہؓ نے تحفے میں دیا تھا۔ہار دیکھ کر آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔صحابہ کرام نے فرمایا کہ حضرت زینبؓ کو ہار واپس بھیج دیں اور ان کے شوہر کو رہا کردیں۔اللہ کے نبی ﷺ نے خواہش ظاہر کی کہ مکاتبت کے طور پر حضرت زینبؓ کو مکے سے مدینہ روانہ کردیا جائے تو ان کے شوہر نے اس حکم کی تعمیل کی اور اپنے بھائی (جو حضرت زینب کے بھی خالہ زاد تھے) کے ہمراہ ان کو روانہ کردیا۔لیکن غزوہ بدر میں قریش اپنی شکست کے بعد بھڑکے ہوئے تھے انہوں نے وادئ ذی طویٰ میں ہجرت کی غرض سے نکلی ہوئی حضرت زینبؓ اور ان کے خالہ زاد بھائی اور دیور کنانہ بن ربیع کو جالیا۔مختصر سے قافلہ پر حملہ کردیا۔کنانہ نے بیچ بچاؤ کی کوشش کی مگر حضرت زینب اونٹ کے بدکنے سے گر پڑیں اور ان کا حمل ضائع ہوگیا۔شدید چوٹیں آئیں اور یہی حادثہ ان کی وفات کا سبب بنا۔آپ ﷺ بہت آبدیدہ ہوئے اپنی لخت جگر کی جدائی پر۔آپ ﷺ نے کفن کیلئے اپنی چادر عنایت کی اور خود انہیں لحد میں اتارا۔

خانوادۂ رسول ﷺ کی جتنی روایات محفوظ ہیں ان میں ایک روشن سبق ہے ہمارے لیے۔حضرت زینبؓ کا اسلام کے لئے قربانیاں دینا،شوہر سے ان کی بے مثال رفاقت۔جب حکم دیا کہ علیحدگی اختیار کرلو کیوں کہ شوہر ایمان نہیں لائے تو انہوں نے صبر و رضا کا پیکر بن کر علیحدگی اختیار کرلی۔جب ان کے شوہر اسیر بن کر دربار نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے وہ بیٹی ہونے کی حیثیت میں ایک جذباتی دباؤ ڈال سکتی تھیں کہ ان کے شوہر کو رہا کیا جائے لیکن انہوں نے مروجہ طریقہ اختیار فرمایا اور فدیہ میں دینے کیلئے کچھ نہ تھا شوہر کے پاس تو اپنی ماں کی نشانی ہار خدمت نبوی ﷺ میں بھجوا دیا۔پھر دوسری بار شوہر اسیر ہوتے ہیں اور تب آپ کے خلق عظیم کے باعث اسیر اسلام ہوجاتے ہیں۔حضرت زینبؓ کو دوبارہ ان کے نکاح میں دے دیا جاتا ہے وہ برضا دوبارہ ان کی زوجیت قبول کرتی ہیں۔قابل غور بات یہ ہے کہ مسلمانوں پر جتنی آزمائشیں پڑتی تھیں ان کا رشتہ اسلام سے مزید مضبوط ہوتا تھا۔خواتین نے شوہر اور بچے راہ خدا میں پیش کردیے اور ان کی شہادت کی خبروں پر کوئی شکوہ نہ شکایت کہ گھر کے تنہا کفیل تھے یا چھوٹے بچے یتیم چھوڑے ہیں ان کی کفالت کا کیا ہوگا؟ بلکہ ہمیشہ اللہ کی رضا میں راضی رہیں۔اگر ایمان کی یہ استقامت نہ ہوتی تو مٹھی بھر مسلمان کیسے دنیا پر غالب آکر اس کا تمدن بدل سکتے تھے؟؟

یہ آپ ﷺ کی دوسری نورِ نظر حضرت رقیہؓ ہیں۔حضرت عثمان غنیؓ سے ان کا عقد مکہ میں ہوگیا تھا۔حضرت رقیہؓ وہ خوش نصیب ہستی ہیں جنہیں تین بار راہ خدا میں ہجرت کا شرف نصیب ہوا۔جب مکہ میں مظالم شدت اختیار کرگئے اور مسلمان ہجرت حبشہ پر مجبور ہوئے تو اس پاکیزہ جوڑے نے حبشہ ہجرت کا فیصلہ کیا۔وہاں جاکر کچھ عرصے بعد اطلاع ملی کہ مکہ کے حالات میں بہتری آگئی ہے لہٰذا وہ مکہ واپس چلے آئے۔یہاں آکر معلوم ہوا کہ خبر غلط ہے مسلمانوں کیلئے تو اسی طرح ظلم وستم کا بازار گرم ہے۔لہٰذا یہ دونوں دوبارہ حبشہ ہجرت کرگئے۔آنحضور ﷺ نے فرمایا:''حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد عثمانؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے راہِ خدا میں اپنی اہلیہ سمیت ہجرت کی۔''تیسری ہجرت مدینہ کی طرف تھی۔روایات میں ہے کہ آپ کا انتقال غزوۂ بدر کے فوراً بعد ہوگیا آپ کو اللہ نے ایک بیٹا عبداللہ عطا فرمایا جو ماں کے دو برس بعد اللہ کو پیارا ہوگیا۔اپنی لخت جگر کی نشانی کے بچھڑنے پر آپ ﷺ بہت مغموم ہوئے۔آپ ﷺ نے حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد اپنی دوسری بیٹی حضرت ام کلثومؓ حضرت عثمانؓ کے نکاح میں دے دی۔اسی مناسبت سے آپ ذوالنورین (دو نور والے) کہلوائے۔

ہمارا یہ المیہ ہے جس کا جتنی بار ذکر کیا جائے کم ہے کہ ان عظیم ہستیوں کی زندگیوں پر ہمارے تعلیمی اداروں میں کوئی روشنی ڈالی جاتی ہے نہ ہمارے گھروں میں ان موضوعات پر بات ہوتی ہے۔رہا میڈیا تو وہ وہی کچھ دکھاتا ہے جو عوام دیکھنا پسند کرتے ہیں اور جس سے اسے اشتہارات ملتے

ہیں۔اخبارات ثواب و برکت کیلئے جو اسلامی صفحات شائع کرتے ہیں ان میں ان ہستیوں پر مضامین شائع ہوتے ہیں لیکن وہ اتنے خشک انداز میں ہوتے ہیں کہ قاری کی توجہ حاصل نہیں کر پاتے۔نصاب میں اسلامیات محض رٹنے رٹانے کیلئے ہے۔استاد اس کو عملی زندگی سے نہیں جوڑتے۔روایات میں ہے آپ ﷺ کی تینوں صاحبزادیاں نوجوانی میں وفات پا گئیں۔اب آپ تصور کریں اتنی کم عمری میں حضرت رقیہ تین بار ہجرت کی صعوبت برداشت کرتیں ہیں۔اس ہجرت کو آپ ہماری مروجہ اصطلاح میں ''پوسٹنگ یا شفٹنگ'' کے معنی میں نہیں لے سکتے۔اس وقت اونٹوں کے سفر ہوتے تھے اور مکہ کی شدید ترین گرمی۔ہجرت کرنے والے خفیہ طور پر اپنی جانوں کو بچا کر کس طرح سفر کے مشکل مراحل طے کرتے ہوں گے؟ جہاں ہجرت کر کے جاتے تھے وہاں کی الگ سنگین مشکلات و مسائل۔ایک انسانی وجود کس حد تک مصائب برداشت کرسکتا ہے لیکن انسان کے اندر حوصلہ اس کا ''مشن'' پیدا کرتا ہے۔وہ وقت تھا ''امامت کی تبدیلی کا''۔اس مختصر گروہ کا ہر فرد ایک قائد کا کردار ادا کر رہا تھا۔کسی سے ذرا سی بھی غفلت صدیوں کی خطا بن سکتی تھی۔اس لیے ہر ایک اپنی جگہ ایک مضبوط چٹان تھا،عزم و ہمت کا پہاڑ۔آپ ﷺ کے اصحاب نے جو غیر معمولی ہمت و شجاعت کے مظاہرے ہر موقع پر کیے اس کی ایک وجہ ان کے گھروں کا سکون اور خاندان میں ان کی پشت پر اس اعلیٰ کردار کی خواتین کی موجودگی تھی۔وہ خواتین جو انہیں کسی قربانی سے نہ روکتیں بلکہ اپنی استقامت اور اولوالعزمی سے ان کے جذبوں کو مہمیز دیتیں۔

عرب کا وہ معاشرہ جہاں بیٹی پیدا ہونا باعث شرم سمجھا جاتا تھا اللہ نے اپنے فضل سے آپ ﷺ کو تیسری بیٹی عطا کی۔آپ ﷺ نے انتہائی خوشی کا اظہار کیا اس کا نام ام کلثوم رکھا۔آپ ﷺ اپنی بیٹیوں سے انتہائی محبت کرتے تھے۔ام کلثوم کی پیدائش کے وقت آپ کی عمر مبارک 33 برس تھی۔ابولہب بھی آپ ﷺ کی اولادوں پر بہت شفقت کرتے۔انہوں نے آپ کی دو بیٹیوں کا رشتہ مانگا اور آپ نے دونوں بیٹیاں ام کلثوم اور رقیہؓ بخوشی اپنے چچا ابولہب کے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کے نکاح میں دے دیں۔کم سنی کے باعث رخصتی عمل میں نہ لائی گئی۔آپ ﷺ منصب رسالت کیلئے منتخب ہوتے ہیں وہی شفیق چچا سب سے بڑے دشمن بن جاتے ہیں اور اپنے بیٹوں کو مجبور کر کے آپ کی صاحبزادیوں کو طلاق دلوا دیتے ہیں۔ایمان سے منور یہ وجود اس دار الکفر سے دور رکھے گئے یہ بھی حکم ربی تھا۔حضرت رقیہ کی وفات کے بعد حضرت عثمان غنی ؓ تنہا ہو گئے اور محبوب بیوی کی جدائی میں آزردہ رہنے لگے۔ادھر حضرت عمر فاروق ؓ کی بیٹی حضرت حفصہؓ کے شوہر انہیں داغ مفارقت دے گئے۔حضرت عمر فاروق ؓ ان کے عقد ثانی کی خواہش لے کر ابو بکر صدیق ؓ کے پاس جاتے ہیں ان کی معذرت پر حضرت عثمان غنی ؓ کے پاس جاتے ہیں وہ شدت غم سے نڈھال کوئی جواب نہیں دیتے تو آپ ﷺ کے پاس جاتے ہیں۔آپ ﷺ فرماتے ہیں اللہ کریم حفصہ کو ابو بکر و عثمان سے بہتر شوہر عطا کرے گا اور حضرت عثمان کو حفصہؓ سے بہتر بیوی عطا کرے گا۔

اور آپ ﷺ کا یہ قول یوں صادق ہوا کہ حضرت عثمان ؓ کو آپ ﷺ نے اپنی دوسری لخت جگر حضرت ام کلثوم نکاح میں دے دیں اور حضرت حفصہؓ آپ کے عقد مبارک میں آگئیں اور ام المؤمنین ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

آپ ﷺ کی صاحبزادیوں کے بارے میں بہت روایات محفوظ نہیں کی جاسکی ہیں کیوں کہ آپ ﷺ کے اصحاب ؓ جس مشن میں تمام زندگی سر تا پا مصروف رہے وہ غلبہ دین کا مشن تھا جس کا انہوں نے کماحقہٗ حق ادا کر دیا۔یہ تو صحابیات کا احسان ہے کہ انہوں نے اپنے گھر کی باتیں خود بیان کیں تا کہ امت کو ہدایت کی روشنی پوری پہنچ جائے۔پھر ان روایات میں بھی محدثین نے انتہائی احتیاط اور چھان پھٹک سے کام لیا ہے۔جو روایات ہم تک پہنچی ہیں ان سے ہم نے کیا سبق لیا اور ان اقدار کو اپنے سماج میں کتنا زندہ کیا جو ہمارے اسلاف کی عظیم اقدار تھیں......!!

حضرت رقیہؓ کے بعد حضرت ام کلثومؓ کا حضرت عثمان ؓ کے نکاح میں دینا اس وقت کی کتنی خوبصورت معاشرت کی عکاسی کرتا ہے۔اسلامی سماج کا کتنا مثالی ماحول ہوگا،کوئی باپ ایک بیٹی کی وفات کے بعد دوسری بیٹی اسی داماد کو دے تو ہم داماد پر بھی رشک کرتے ہیں کہ اس کا کس قدر حسن سلوک ہوگا اپنی پہلی بیوی کے ساتھ کہ سسرال والے دوسری بیٹی بھی دینے پر راضی ہو گئے۔اس سے ایک طرف آپ ﷺ یہ روایت قائم کر گئے کہ یہ مسلم معاشرے کی پاکیزہ روایت ہے اس پر کسی کا دل تنگ نہیں ہونا چاہیے اگر اللہ ایسی آزمائش میں ڈال دے دوسرے یہ حضرت عثمان ؓ کی عظمت پر

دال ہے کہ ان کا پیغمبر خدا کی نظروں میں کتنا بلند مقام تھا۔ انہوں نے جس طرح سیدہ رقیہؓ کو محبت اور دلجوئی کے ساتھ رکھا اسی طرح انہوں نے حضرت ام کلثوم کی بھی قدر کی۔

آپ ﷺ نے راہِ خدا کی تکالیف کے ساتھ اپنے پیاروں کی جدائی کے غم بھی یکے بعد دیگرے انتہائی حوصلہ کے برداشت کیے۔ آپ ﷺ کی یہ تیسری لختِ جگر بھی آپ ﷺ کی زندگی میں ہی وفات پا گئیں۔ آپ نے اپنی بزرگ پھوپھی سے درخواست کی کہ وہ مرحومہ کے غسل کے فرائض انجام دیں۔ اپنی ذاتی چادر بھی عنایت فرمائی کہ اس چادر میں لپیٹ کر کفن کی چادروں میں لپیٹیں۔ کتنی خوش نصیب تھیں حضرت ام کلثوم کہ سردارِ دو جہاں رحمت اللعالمین ﷺ نے انہیں ان کی آخری آرام گاہ میں اتارا۔

یہ آپ کی چوتھی اور سب سے چھوٹی لختِ جگر سیدہ فاطمۃ الزہراؓ ہیں جو جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اور ان کا روشن اسوہ ایک مسلمان عورت کی زندگی کو جنت بنا سکتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ آپ کا لقب بتول ہے لیکن بہت کم جانتے ہیں کہ آپ کا لقب بتول کیوں ہے؟ قرآن میں سورۂ مزمل میں اللہ پاک کا ارشاد ہے: ''وتبتل الیہ تبتیلا''...... (آیت نمبر ۸) ترجمہ: سب سے کٹ کر اسی کے ہو رہو۔

چونکہ سیدہ نے دنیا، اس کی لذتوں اور خواہشوں سے قطع تعلق کر کے رب کریم سے اپنا رشتہ استوار کر لیا اور اپنی پوری زندگی سے اس کی گواہی پیش کی کہ ''بتول'' کا لقب اسی کیلئے سزاوار ہے جو مادی دنیا کا اسیر نہ ہو جو مخلوقات کے ساتھ خواہشات اور امیدیں وابستہ نہ کرے اور دنیا اور اس کی لذتوں کی کشش اس کو اسیر نہ کر سکے۔

حضرت فاطمۃ الزہرہؓ نے بچپن سے آپ ﷺ کو راہِ حق میں صعوبتیں برداشت کرتے دیکھا تھا اس لیے وہ ان پر پیچ راستوں سے خوب واقف تھیں جن پر حق کے راہیوں کو چلنا پڑتا ہے۔ وہ بچپن سے اپنے بابا کی غمگسار تھیں۔ روایات میں ہے کہ جب سختیاں حد سے زیادہ بڑھ جاتیں حضرت فاطمہؓ آزردہ ہو جاتیں تو نبی پاک ﷺ فرمایا کرتے ''میری بچی گھبراؤ نہیں اللہ تمہارے باپ کو تنہا نہ چھوڑے گا۔'' سیدہ کے ننھے ہاتھ کبھی باپ کی گردن سے اونٹ کی اوجھ ہٹاتے تو کبھی زخموں کی مرہم پٹی کرتے۔ آپ جتنی اچھی بیٹی تھیں اتنی ہی اچھی شریکِ حیات ثابت ہوئیں۔

سولہ برس کی سیدہ جب حضرت علیؑ کے ساتھ بیاہ کر گئیں تو ان کے معاشی حالات ایسے تھے کہ مہر میں دینے کو بھی ان کے پاس کچھ نہ تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا علی! تمہارے پاس مہر کیلئے کیا ہے؟ بولے ایک زرہ اور ایک گھوڑا۔ فرمایا گھوڑا تو میدانِ جنگ کے کام آتا ہے، زرہ بیچ دو۔ حضرت عثمان غنیؓ نے جو دیکھا کہ نکاح کی غرض سے بازار جا رہے ہیں زرہ بیچنے تو انہوں نے راستے میں روک کر مہنگے داموں خرید لی اور پھر زرہ تحفتاً انہیں لوٹا دی۔ انہوں نے اسی رقم سے کچھ پیسے ولیمہ کیلئے اور کچھ سامان گرہستی کیلئے خرچ کر دیئے۔ حضرت علیؑ کی نکاح کی درخواست کی ہمت نہ پڑی کہ ان کے معاشی حالات اس قابل نہ تھے۔ اس کے باوجود آپ ﷺ نے ان کا نکاح کرتے ہوئے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ ''اس وقت روئے زمین کے بہترین فرد کا انتخاب کیا ہے میں نے تمہارے لیے۔'' آپ ﷺ کی اسی ایک قول کی روشنی میں ہم اپنے سماج کا تجزیہ کریں تو سامنے آتا ہے کہ ہم رشتے ناطے کرتے ہوئے معاش کو سرِفہرست رکھتے ہیں اور دوسری خوبیاں اس کے ذیل میں تلاش کرتے ہیں۔

روایت میں ہے کہ ایک رات سخت بخار میں مبتلا رہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی ساتھ جاگتے رہے۔ فجر کی اذان سن کر فاطمہؓ ٹھنڈے پانی سے وضو کر کے نماز میں مشغول ہو جاتی ہیں۔ حضرت علیؓ نماز ادا کر کے واپس آتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ وہ چکی پیس رہی ہیں۔ فرماتے ہیں فاطمہ تمہیں اپنے حال پر رحم نہیں آتا، رات بھر بخار، صبح ٹھنڈے پانی سے وضو اور اب چکی پیسنے بیٹھ گئی ہو۔ سیدہ جواب دیتی ہیں (یہ جواب ہمیں بتاتا ہے کہ آپ کو کیوں جنت کی عورتوں کی سردار کہا گیا) فرماتی ہیں: ''اگر میں اپنے فرائض ادا کرتے ہوئے مر بھی جاؤں تو کوئی پرواہ نہیں ہے، وضو اور نماز رب کی اطاعت تھی۔ یہ آپ کی اور بچوں کی خدمت ہے۔''

یہ درس قیامت تک مسلمان عورتوں کیلئے کافی ہے کہ رب کریم کے عائد کردہ فرائض سے جس طرح غفلت نہیں برتی جا سکتی اسی طرح

خاندان کے تقاضے پورے کرنے کیلئے ایک عورت کی قربانی ''عبادت'' کا درجہ رکھتی ہے۔شوہر اور اولاد کے حقوق مسلمان عورت اس لئے ادا نہیں کرتی کہ وہ مجبور ہے یا وہ ظلم کی چکی میں پس رہی ہے مرتی تو کیا نہ کرتی یا مسلم سماج میں بیوی کو باندی بنا کر رکھا جاتا ہے خدانخواستہ۔

احسان ہے اس ذات کا جس نے ہمیں اسلام کی نعمت سے بہرہ مند فرمایا۔ہمیں اس خوش نصیب گروہ میں شامل فرمایا جس سے جنت کے وعدے ہیں اور صرف آسمانوں کی جنتیں ہی مسلمان عورت کی منتظر نہیں ہیں خود اس کا گھر اس روئے زمین پر مثلِ جنت ہے کیوں کہ ایک مسلمان عورت حضرت فاطمہؓ کے نقشِ قدم کی پیروی کرتے ہوئے امورِ خانہ داری عین عبادت سمجھ کر انجام دیتی ہے۔حقوق العباد بھی حقوق اللہ ہی ہیں اس لئے کہ اللہ کے عائد کردہ ہیں۔

کتنی پیاری گواہی ہے حضرت حسنؓ کی ''گھر کے تمام کام کاج کھانا پکانا، چکی پیسنا، جھاڑو دینا وغیرہ سب کام ہماری ماں خود اپنے ہاتھوں سے انجام دیتی تھیں۔'' روایت میں ہے کہ جب تک شوہر اور بچے کھانا نہ کھا لیتے خود بھوکی رہتیں۔بھوکی تو وہ نہ معلوم کتنے پہر رہی تھیں چند روایات ہمیں پہنچتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت فاطمہ مسجدِ نبوی میں تشریف لائیں روٹی کا ایک ٹکڑا خدمتِ اقدس میں پیش کیا۔فرمایا''بابا جان تھوڑے سے جو میسر آئے تھے پیس کر روٹی پکائی تو خیال آیا کہ آپ کے پاس بھی لے جاؤں، نہ معلوم آپ کس حال میں ہوں۔آج یہ روٹی تیسرے وقت ہمیں نصیب ہوئی ہے۔'' روٹی تناول کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:''جانِ پدر تیرے باپ کو چار وقت کے بعد یہ لقمہ نصیب ہوا ہے۔'' یاد رہے کہ آپ ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ مجھے بطحاء کے پہاڑ سونے کے بنا کر پیش کیے گئے تھے مگر میں نے دنیا کو ٹھکرا دیا۔

حضرت فاطمہؓ کے کردار کی عظمت کیلئے حضرت علیؓ کی یہ گواہی کافی ہے کہ''فاطمہ دنیا کی بہترین عورتوں میں سے ہے۔''

روایات ہم پڑھتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ کے گھر میں اتنے دنوں سے فاقہ یا کئی دنوں بعد روٹی میسر آتی تھی تو آپ سائل کی آواز سن کر اسے دے کر خود بھوکی رہتی تھیں۔آپ ﷺ چاہتے تو اپنی لختِ جگر کو بہترین اسبابِ زندگی مہیا کر سکتے تھے لیکن آپ امت کیلئے یہ سبق چھوڑ کر گئے کہ یہ دنیا دھوکے کی جگہ ہے اور لذتِ دنیا کا حصول ایک مسلمان کا مقصدِ حیات ہرگز نہیں ہو سکتا۔

وہ کیسا دل خراش منظر ہوگا کہ آپ ﷺ کی لختِ جگر، نورِ نظر، جنت کی شہزادی سیدہ فاطمہؓ اونٹ کی کھال کا لباس پہنے ہوئے ہیں اس میں بھی تیرہ پیوند لگے ہیں۔آٹا گوندھ رہی ہیں اور زبان پر کلام اللہ جاری و ساری ہے۔شفقتِ پدری سے آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں اور فرماتے ہیں''فاطمہ دنیا کی زندگی کا صبر سے خاتمہ کر اور آخرت کی کبھی نہ ختم ہونے والی خوشیوں کا انتظار کر اللہ تعالیٰ تمہیں بہترین جزا سے نوازے گا۔''

ان روایات کو ہم اپنے لئے آئینہ سمجھیں کہ ہماری ساری کاوشیں جسم کے مطالبات کی تکمیل کیلئے ہیں، معاشرے میں شرف و اکرام کا پیمانہ ہی معاشی خوش حالی قرار پا چکا ہے۔

صرف قناعت اور صبر و رضا ہی نہیں سیدہ فاطمہ نے شرم و حیا کی وہ اعلیٰ اقدار قائم کیں کہ اس کی ایک جھلک ہی قلوب کو منور کر دینے کیلئے کافی ہے کہ ایک نابینا صحابی ابن مکتومؓ کے ہمراہ آپ ﷺ حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لاتے ہیں تو سیدہ انہیں دیکھ کر چھپ جاتی ہیں۔ان کے جانے کے بعد آپ ﷺ استفسار کرتے ہیں کہ وہ تو نابینا تھے تم چھپ کیوں گئیں۔فرماتی ہیں ابا جان''وہ اندھے تھے مگر میں تو اندھی نہیں۔'' حقیقت یہ ہے کہ سورۂ نور نے''غضِ بصر'' کا حکم عورتوں اور مردوں دونوں کیلئے دیا ہے۔ایک مسلمان عورت جب حیاداری اختیار کرتی ہے خود کو دوسروں کی نظروں سے محفوظ رکھتی ہے اور اپنی نظروں کی حفاظت کرتی ہے تو دراصل وہ ایک پاکیزہ سماج کی بنیاد رکھتی ہے۔

سیدہ فاطمہؓ بہت عابدہ، زاہدہ اور ذاکرہ خاتون ہونے کے باوجود امورِ خانہ داری کو اپنی ترجیحات میں سرِفہرست رکھتی تھیں۔آپ کی بحیثیت''ہاؤس وائف'' جو خدمات تھیں انہی کی بنا پر آپ جنت کی عورتوں کی سردار قرار پائیں۔حضرت علیؓ جب آپ ﷺ سے حضرت فاطمہ کیلئے خدمتگار کا سوال کرتے ہیں تو اس کے باوجود کہ مالِ غنیمت میں غلام آئے ہوئے تھے آپ سیدہ فاطمہؓ کو تلقین کرتے ہیں کہ تم 33 مرتبہ سبحان اللہ، 33 مرتبہ

الحمدللہ اور 34 مرتبہ اللہ اکبر پڑھو۔ اللہ اس تسبیح کی برکت سے تمہیں خانگی امور میں سہولت عطا فرمائیں گے۔ آج نماز کے بعد یہ مقبول ذکر جو "تسبیح فاطمہؓ" کے عنوان سے جانا جاتا ہے پڑھتے ہوئے ہم میں سے کس کے یہ پیش نظر رہتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے یہ ذکر اپنی چہیتی نورِ نظر کو اس لئے سکھایا تھا کہ وہ اس سے مصائب و آلام میں قوت حاصل کریں۔ خانگی امور میں ذکر اللہ سے آسانی میسر آتی ہے۔ ہم شکوؤں اور شکایتوں کے ہجوم میں کب ذکر اللہ کو اپنا ہتھیار بناتے ہیں۔ کب اس سے قوت حاصل کرتے ہیں......؟ سوچنے کی بات یہ ہے کہ آپ ﷺ غلام کے تقاضے کے جواب میں ذکر کی تاکید کرتے ہیں تو بیٹی اور داماد کی پیشانی پر کوئی بل نہیں آتا کہ ذکر کیسے خدمت گار کا نعم البدل ہو سکتا ہے؟ اس لئے کہ جن حقیقتوں پر آپ ﷺ کی نظر تھی آپ کے اہل بیت بھی اسی علم و عرفان سے آشنا تھے۔

اقبال کہتے ہیں

خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

جس رسول کی قوم خاص ہے اس کے اہل بیت یقیناً خاص الخاص تھے، روشن چراغ اور نمونہ عمل تھے۔ صرف اس معاشرے کیلئے نہیں بلکہ ہر دور اور ہر زمانے کے لئے۔ اگر ہم ابدی جنت کے خواہش مند ہیں تو اپنے کردار کو کچھ تو ان عظیم ہستیوں کے کردار کے قریب لانے کی کوشش کریں کہ زندگی کو منور کرنے والے راستے صرف یہی ہیں۔ خاتون خانہ ہونا عورت کے کردار کا کوئی جزو نہیں بلکہ اس کا حقیقی کردار یہی ہے باقی سب "سماجی خدمات" اس کے ذیل میں آتی ہیں۔

وہی ہے راہ ترے عزم و شوق کی منزل
جہاں ہیں عائشہؓ و فاطمہؓ کے نقش قدم

(روایات ماخوذ از طبقات ابن سعد)

ﷺ ﷺ ﷺ